❖ اسلامی نظام کیا ہے:

اسلامی نظام تو ایک اسلامی حکومت ہی نافذ کرے گی جب
کہ ایک اسلامی حکومت کے قیام کے لیے سب سےا بہتر اور آئیڈیل طریق کار وہی ہے جو جناب
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرصدیقؓ کوباہمی
مشورہ او ربحث و مباحثہ کے بعد اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب کر کے اختیار کیا تھا۔ اس کے
بعد مختلف خلفائے راشدین کے انتخاب کے طریقے اور حضرات صحابہ کرامؓ کی اختیار کردہ
متفقہ صورتیں بھی اس طریق کار کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں، لیکن ان کے لیے پہلے سے
خلافت کا نظام اور سسٹم موجود ہونا ضروری ہے۔ آج کل چونکہ از سر نو خلافت کے ڈھانچے کی
تشکیل کامرحلہ در پیش ہے، اس لیے حضرت صدیق اکبرؓ کے انتخاب والا طریقہ ہی اس کے لیے
درست طریق کار ہے۔

❖ اسلامی نظام شریعت کیسے لایا جاسکتا ہے:

اسلامی نظام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس نے شخصی
حکومت کے طریق کار کو ختم کر کے دستوری حکومت قائم کی جس کا نقطہ آغاز حضرت ابو بکر
صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے یہ اعلانات ہیں کہ ہم اگر کتاب و سنت کے مطابق چلیں تو لوگوں پر
ہماری اطاعت واجب ہے اور اگر قرآن وسنت سے انحراف کریں تو عوام کو ہماری اصلاح کا نہ
صرف حق حاصل ہے بلکہ یہ ان کی دینی ذمہ داری ہے۔

- خلفائے راشدین نے خود کو عوام کے سامنے احتساب کے لیے نہ صرف پیش کیا بلکہ ہر وقت اپنے آپ کو عوامی احتساب کے دائرے میں رکھا اور ہر شہری کویہ حق دیاکہ وہ ان کی کسی بات پر کسی وقت اورکسی جگہ بھی ٹوک سکتا ہے اور وہ اس کا جواب دینے کے پابند ہیں۔

- خلفائے راشدین نے خود کو عوام کے سامنے احتساب کے لیے نہ صرف پیش کیا بلکہ ہر وقت اپنے آپ کو عوامی احتساب کے دائرے میں رکھا اور ہر شہری کویہ حق دیاکہ وہ ان کی کسی بات پر کسی وقت اورکسی جگہ بھی ٹوک سکتا ہے اور وہ اس کا جواب دینے کے پابند ہیں

- خلفائے راشدینؓ نے حکمرانوں اور حکام کوسادہ زندگی، قناعت اور غریب عوام کے ساتھ ان کی سطح پر رہنے کا خوگر بنایا اور صحیح معنوں میں ایک عوامی حکومت کا تصور پیش کیا۔
- اسلامی نظام نے صحیح معنوں میں سوسائٹی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم کیا اور تمام تر طرز عمل اورپالیسیوں کی بنیاد خوف خدا اور آخرت کی جوابدہی پر رکھی۔

1. علامہ اقبال کے نزدیک نظام شریعت :

- ہمارے محدود علم کے مطابق اقبال اور قائد نے کبھی یہ نہیں کہا ہے کہ پاکستان میں شریعت کا نفاذ ہو گا۔ بلکہ انہوں

نے ہمیشہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں ریاستی نظام کی بات کی ہے جس میں اقلیتیں محفوظ ہوں گی اور وہ ملائیت پر مبنی نظام نہیں ہو گا۔ بلکہ اقبال تو ملائیت پر مبنی نظام کے اس حد تک خلاف تھے کہ اپنے چھٹے خطبے میں انتہائی واضح الفاظ میں یہ کہہ چکے ہیں:۔

2.کیا پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے :

یو تو قیام پاکستان کی ابتدا ہی سے یہ بات کہی جانے لگی تھی کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کی سیاسی، معاشرتی، معاشی اور تعلیمی تشکیلِ نو ہمیں ان بنیادوں پر استوار کرنی ہے جو اس کے دین سے مطابقت رکھتی ہوں، لیکن بدقسمتی سے پاکستان کے اربابِ حل و عقد پاکستان کی زندگی و موت کے اہم ترین مسئلے کی طرف ابتدائی توجہ بھی نہ دے سکے اور آج تیس سال گزرنے کے بعد جب ہم تعین مقصد کے نقطۂ نظر سے غور کرتے ہیں تو زندگی کے ہر شعبے میں ہمیں روزِ اوّل نظر آتا ہے۔ پاکستان کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہوئی کہ پاکستان کو ایک مدتِ دراز تک کوئی ایسا آئین نہ مل سکا جس میں پاکستان کی ننظریاتی اساس کو واضح طور پر تسلیم کرتے ہوئے پاکستان کی ہیئت اجتماعیہ کی تشکیلِ نو کے اہم ترین فریضے میں مناسب اہمیت دی گئی ہوتی۔

لیاقت علی خان کے قتل کے بعد سیاسی اکھاڑ پچھاڑ، محلاتی سازشوں اور جمہوریت کشی کے روز افزوں عمل نے ہمیں اپنی منزل دور سے دور تر کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور رفتہ حالات یہاں تک بگڑے کہ پاکستان اپنے ہی ابنائے وطن کے لگائے ہوئے زخموں سے دو نیم ہو کر رہ گیا اور جس مملکت کے قیام کے لیے برصغیر کے کروڑوں فرزندانِ توحید نے جان و مال کی قربانیاندی تھیں، انھیں ہماری آنکھوں کے سامنے اس بے دردی سے ذبح کیا گیا کہ ہر محب وطن دل اس کے زخم سے آج تک کراہتا ہے۔ خیر خدا کرکے قائداعظم کے پاکستان کو نہ سہی بھٹو صاحب کے پاکستان کو سہی ایک آئین ملا مگر اس وقت بھی پاکستان کی قیمت جذبۂ تعمیر سے جذبۂ تخریب کا شکار بنی اور خود آئین کا نام لے کر آئینی اور جمہوری حکومت کا شور مچانے والوں نے قوم کو اس مقدس ترین دستاویز کو بچوں کا کھلونا بنا لیا اور اپنی من مانی ترمیموں سے اس کو ردی کاغذ کے ٹکڑوں میں تبدیل کر دیاتفصیلات بے شمار ہیں، کوئی کہاں تک دہرائے اور کب تک دہرائے،

3.پاکستان میں نظام شریعت کی ابتداء :

ہمارے سامنے ہے، اس وقت جب پوری قوم پاکستان میں نظامِ اسلام پر متفق ہے اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیا الحق اسلامی نظامِ شریعت کے نفاذ کا سنگِ بنیاد رکھنے اور گویا پاکستان کی تشکیل نوِ کی ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کر چکے ہیں، ہمارے سامنے کسی بھی مسئلے کا کوئی واضح تصویر موجود نہیں ہے۔

4.پاکستان میں نظام شریعت کے اقدامات :

سیاست‘ معاش‘ تجارت‘ نظامِ تعلیم‘ کسی بھی چیز میں ہم اسلام کی پیروی نہیں کرتے بلکہ سچ پوچھیے تو زندگی کے ان سارے شعبوں کا نظام ہر قدم پر اسلام کی نفی کرتا ہے۔ اس صورت میں پاکستان کے نظریاتی مملکت بننے کا صرف ایک ہی مطلب ہے کہ اس پورے کے پورے نظام کو جڑ سے کھود کر ایک نئی تعمیر رکھی جائے۔ یہ بات کس طرح ممکن ہے‘ ممکن ہے یا نہیں۔ یہ وہ سوالات ہینجن پر ہمیں انتہائی سنجیدگی سے غور کرنا ہے اور ایک مکمل منصوبہ بندی کے تحت پوری ذمہ داری سے ایسے اقدامات کرنی ہیں جو ماضی کی صحت مند اور مثبت اقدار کو نقصان پہنچائے بغیر پاکستان میں ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیاد بن سکیں۔ اب ہم اختصار مگر وضاحت کے ساتھ اس مسئلے کے چند اہم پہلوئوں کا جائزہ لیں گے۔

اسلام پانچ چیزوں کا مجموعہ ہے :

(1) ایمان

2))عقائد

(3)عبادات

(4) احکام

(5)سوم

پانچوں چیزیں مل کر پوری زندگی کا احاطہ کر لیتی ہیں۔ ایمان کا تعلق قلب سے ہے‘ یہ انفرادی ہوتا ہے۔ ہر شخص کا ایمان اس کے ساتھ ہے اور رب اور عبد کا خالص شخصی رشتہ ہے۔ ایک کا ایمان دوسرے سے تعلق نہیں رکھتا اور نہ کسی کا ایمان کسی دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ ہم اپنے ایمان کے لیے صرف اپنے رب کے سامنے جواب دہ ہیں اور

وہی ہمارے ایمان کا شاہد عادل ہے۔ ایمان میں اخلاص پیدا کرنا ہر شخص کا انفرادی معاملہ ہے اور اسلامی نظام تربیت کا بنیادی پتھر ہے۔

5: نظام شریعت کا نفاذ :

کچھ لوگونکاخیال ہے کہ اسلام کے نفاذ کا عمل معاشرے کے بالائی ڈھانچے سے شروع ہو نا چاہیے۔ ان کے نزدیک اسلام کے نفاذ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن اور سنت کی روشنی میں چند قوانین بنا دیے جائیں اور پھر قوت کے ذریعے ان قوانین پر عمل کرایا جائے۔ مثال کے طور پر اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے تو اسلام کے نفاذ کے معنی یہ ہیں کہ قانون میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کی جائے اور اس سزا پر فوراً عمل درآمد شروع کر دیا جائے۔ یہ نقطۂ بنیادی طور پر خارجی اکتساب کو سب کچھ سمجھتا ہے اور اسی کے ذریعے معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ یقینا اس نقطۂ نظر میں ایک قوت ہے اور اس بیک جنبشِ قلم مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ معاشرے کو کسی متعین راستے پر چلانے کے لیے یقینا قوانین کی ضرورت ہوتی ہے اور ان قوانین کے لیے ایک قوتِ نافذہ کا ہونا بھی لازمی ہے۔

- ہم اگر اپنے تمام قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق بنا دیں تو معاشرے پر اس کا اثر پڑنا یقینی ہے‘ لیکن ساتھ ہی اس نقطۂ نظر میں ایک خامی بھی ہے۔ معاشرے کی اصلاح اگر صرف قوانین سے ہو جاتی تو اتنے بہت سے قوانین کی موجودگی میں ہمارے معاشرے کو جنت ہونا چاہیے تھا

- قوانین معاشرے میں خوف تو پیدا کرتے ہیں‘ ترغیب پیدا نہیں کرتے اور انسانی تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ صرف قانون سازی سے کبھی معاشرے کی اصلاح نہیں ہوسکی ہے۔

6:نظام شریعت میں اسلامی تعلیم کی اہمیت :

اس وقت جو نصاب اسلامی تعلیم و تربیت کے نظام میں مرکز کی حیثیت رکھتا تھا اس کی حیثیت موجودہ نظام تعلیم کی نہیں تھی‘ چنانچہ فرد جس معاشرے کا حصہ بنتا وہ خود اس کی انفرادیت کی توسیع میں مدد کرتا‘ وہ اسے اپنا ایک مثبت‘ مفید اور فعال رکن بنا لیتا۔ ہمارے نزدیک اسلام کے نفاذ کا یہ فطری طریقہ ہی سب سے مناسب طریقہ تھا‘ لیکن اس طریقۂ کار کی افادیت موجود معاشرے میں کیا ہے اور یا موجودہ معاشرے میں اس کی گنجائش ہے بھی یا نہیں؟ یہ ہمارے سوچنے کی بات ہے‘ موجودہ معاشرے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم دو دنیائوں کے درمیان رہ رہے ہیں۔

ایک دنیا وہ ہے جو ابھی تک ہامرے دیہات میں وجود رکھتی ہے اور جہاں پرانے معاشرے کے روایات اب بھی موجود ہیں۔ دوسری دنیا شہروں کی دنیا ہے‘ چو طرفہ سے ایسے اثرات کی کھلی زد میں ہے جو اسلام سے براہِ راست متصادم ہیں۔ شہروں کی یہ دنیا ملک کی کثیر دیہی آبادی کو دیکھتے ہوئے اقلیت کی دنیا ہے‘ لیکن یہ اقلیت اتنی طاقت ور اور وسیع تر اثرات کی حامل ہے کہ سارا ملک اس کے کنٹرول میں ہے۔ دیہی اکثریت کے رجحانات ’’حکم ران اور رجحانات‘‘ نہیں ہیں۔ شہری اقلیت معاشرے کی حکمران بھی ہے اور زندگی کے نئے

راستوں پر اس کی رہنمابھی۔ پھر اس فنی زنددگی کی ترقی کے ساتھ اس اقلیت کے اثرات میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔

7: ہم بلکل اسلام سے دور جا رہے ہیں:

اب گھروں میں دین کی باتیں اس طرح نہیں ہوتیں جس طرح پہلے ہوتی تھیں۔ بزرگان دین کی حکایات اور اولیاؒ و انبیاؑ کے قصونکی جگہ اب فلم ایکٹروں اور کھلاڑیوں کے تذکروں نے لے لی ہے۔ اب بچے پہلے معاشرے کی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کاذکر سننے کے بجائے اداکارئوں کا ذکر سنتے ہیں

اور حضرت خالدؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عمرؓ کے حالاتِ زندگی سے واقف ہونے کے بجائے کرکٹ اور ہاکی کے کھلاڑیوں سے روشناس ہوتے ہیں۔ اسکولوں میں ہمیں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے اس کی بنیاد اسلامی تصورات پر نہیں ہے۔

اب بچے وہاں جو کچھ سیکھتے ہیں وہ اسلامی معاشرے کے تقاضوں سے چنداں نسبت نہیں رکھتا۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں ہمیں جو کچھ سکھایا جاتا ہے وہ ہمیں مسلمان فرد بننے میں مدد دینے کے بجائے ابتدا ہی سے ایسے مسائل میں الجھاتا ہے جو مذہب کے بارے میں شکوک و شبہات یا کم از کم بے توجہی اور لاپروائی کے اثرات پیدا کرتا ہے۔ اس کے نتیجے کے طور پر ان ادروں سے ہم جو کچھ سیکھ کر نکلتے ہیں وہ ہمیں ایک نیم مشرقی، نیم مغربی، نیم اسلامی، نیم غیر اسلامی قسم کا فرد بناتا ہے جس کے ذہن میں انتشار اور دھند کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ پھر جب یہ فرد تعلیم کے مرحلوں سے گزر کر معاشرے کی حدود

میں داخل ہوتا ہے تو جو معاشرہ اسے ملتا ہے وہ ایک چوں کے مربّے سے کم درجہ نہیں رکھتا۔

ہزار دو ہزار تضادات فرد کے راستے میں بھیانک سوال بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کی شخصیت کو پارہ کر دیتے ہیں‘ پھر یا تو وہ پیسہ بنانے یا معاشرے کی دوسری ترغیبات کا شکار ہو کر ایک ایسا فرد بن جاتا ہے جو اسلام‘ اخلاق اور کردار کے سارے تقاضوں سے بے نیاز ہے یا پھر داخلی اور خارجی تضادات کی پیکار میں مبتلا ہو کر ناکام ہو جاتا ہے اور باقی دن مایوسی اور ناکامی میں گزارتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں یہ تبدیلیاں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں اور ان تبدیلیوں کو پوری طرح سمجھے بغیر ہم نہ اس معاشرے کی اصلاح کر سکتے ہیں نہ فرد کو نئے اسلامی معاشرے کے لیے تیار کر سکتے ہیں۔

آؤ مل کر نظام شریعت لائیں :

ہم آج جو کچھ بھی کریں گے اس کا پھل ہمیں آج ہی نہیں ملے گا۔

ہمارا آج کا عمل ہمارے کل کی صورت گری میں زیادہ مؤثر ثابت ہوگا اور اگر ہم نے اس منصوبے کو فوری نتائج تک محدود رکھا تو اس سے ہمیں اتنا فائدہ نہیں ہوگا جتنا فائدہ ہمیں دُوررس نتائج کی حامل منصوبہ بندی سے حاصل ہوگا۔ معاشرے میں یقینا بہت سی چیزیں فوری طور پر کرنے کی ہیں‘

- لیکن دُوررس منصوبہ بندی اس سے زیادہ توجہ کی مستحق ہے۔ ہم آج منصوبہ بنا کر اور اُس پر عمل کرکے ہی یہ امید کر سکیں گے کہ آئندہ نسل پورے طور پر ہمارے مقاصد کے مطابق ہوگی۔ اب اس پوری بحث کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہمیں پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے دہری کارروائی کرنا پڑے گی۔
- ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ایک طرف اجتماعی طریقۂ کار کو اپنائیں اور اس سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور دوسری طرف اس کے مساوی یہ بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ ہم انفرادی طریقۂ کار کے بہترین نتائج حاصل کرنے کی کوشش کریں۔
- ہمیں قوانین بھی بنانے چاہئیں' ادارے بھی تشکیل دینے چاہئیں' ترغیب اور تخویف کے ذرائع بھی استعمال کرنے چاہئیں اور اس کے ساتھ افراد میں ایسے تمام ذرائع استعمال کرکے ان تبدیلیوں کو بروئے کار لانے کی کوشش بھی کرنی چاہیے جن کے بغیر اجتماعی طریقۂ کار کا زیادہ سود مند ثابت نہیں ہوتا۔

حوالہ جات: